جس طرح بنی اسرائیل نے إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً پر کئی سوالات کیے تھے:
(۱) أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا، (۲) مَا هِيَ، (۳) مَا لَوْنُهَا، (۴) مَا هِيَ؟ جس پر انہیں اس حکم شرعی کو عملی جامہ پہنانے میں کافی دقت پیش آئی۔ پس تعبدی احکام کی علت پوچھنا درست طریقہ نہیں ہے۔

معاذۃؒ نے سوال کیا: عورت ایام حیض کے روزے کی قضا دیتی ہے، نماز کی کیوں نہیں دیتی؟ عائشہ نے جواب دیا: «كَانَ يُصِيبُنَا ذَلِكَ، فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ، وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ» (صحيح مسلم ٦٩ (٣٣٥)

اسلاف اور صحابہ کرام کے درمیان واقع ہونے والے اختلافات کے بارے میں سوال کرنا جیسے عمر بن عبدالعزیزؒ سے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں کو ان کے خون سے بچایا ہے تو میں اپنی زبان کو اس میں ملوث کرنا نہیں چاہتا۔"

غیر ضروری سوالات گھڑ لینا: بعض لوگوں کا نشہ ہے، خاص طور پر ان بیچاروں کا جو اپنی ضرورت کے مسائل سے جاہل ہوتے ہیں، کہ فضول سوالات کر کے اپنا وقت ضائع کرتے ہیں۔

مثلاً: زلیخا کی شادی حضرت یوسف سے ہوئی تھی؟ یزید کی نجات کے بارے میں بحث کرنا۔

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ

(البقرة ١٤١، ١٣٤)

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا: اگر کوئی مجھ سے فرضی سوال کرے تو میں اسے سزا دوں گا۔

فتاویٰ عالمگیریہ، فتاوی ہندیہ، قاضی خان وغیرہ میں نامعقول فرضی سوالات دیکھ کر مستشرقین دین اسلام کی ملامت کرتے ہیں۔ مثلاً: بکری سے کتے کا بچہ پیدا ہوا، جس کا سر کتے کی طرح، دھڑ بکری کی طرح ہے۔ یہ حلال ہے یا حرام؟ جواب: گھاس کھاتا ہے یا گوشت؟ اس کی آواز کیسی ہے؟

ہر جانور میں کروموسوم کی تعداد اور ترتیب مقرر ہے۔ جب تک یہ تعداد میں برابر نہ ہوں، ان کے مابین ملاپ اور حمل واقع ہوتا ہی نہیں ہے۔ انسان کے کروموسوم ۴۶ ہیں۔

[O][O][O][O][O][O][O][O][O][O][O][O]

حکمت دعوت الی اللہ

مخاطبین کی حالتوں کو پیش نظر رکھنا

پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی

دعوت الی اللہ دین کی روح ہے۔ دعوت کے حوالے سے بہت سی غلط فہمیاں ہیں، ان میں جہالت کے علاوہ دشمنوں کی سازشوں کا بھی دخل ہے، جس سے سنگین غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں۔

کچھ لوگ مخاطب کی رعایت کے لیے تیار نہیں۔ کچھ اسی "رعایت" کے نام سے دین کا حلیہ ہی بگاڑ دیتے ہیں۔ اور بعض لوگ اسی ضرورت سے رعایت شروع کرتے ہیں، پھر ضرورت ختم ہونے کے بعد مداہنت کی حد تک یہی سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔ جب اس بات کا سبب ختم ہو جائے، تب بھی اس سبب سے ہونے والی رعایت کو بند نہیں کرتے۔

انبیائے کرام کی بعثت میں مخاطبین کی حالتوں کا خیال رکھا گیا ہے۔

[۱]: سابقہ انبیاء کو اپنی اپنی قوم میں سے منتخب فرمایا گیا۔ **كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ (١٠٥) إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ (١٠٦) إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ (١٠٧) فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ (١٠٨) وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ** (الشعراء ۱۰۹)

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ (١٤١) إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ (١٤٢) إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ (١٤٣) فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ (١٤٤) كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ (١٦٠) إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا تَتَّقُونَ (١٦١) إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ (١٦٢) وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ [الاعراف ۸۵، ہود ۸۴، العنکبوت ۳٦]

[۲]: ہر نبی کی زبان وہی ہوتی، جو اس قوم کی زبان ہوتی۔ **وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ** (ابراھیم ٤)

ابن کثیر: "یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی مخلوق پر مہربانی ہے کہ وہ ان کی طرف ان کی زبان میں رسول مبعوث فرماتا ہے، تاکہ وہ اس سے اپنی زبان میں بات سمجھ سکیں۔"

سوال: کیا نبی عربی ﷺ ہم پنجابیوں اور آپ بلتیوں کے لیے بھی ہے؟ قرطبیؒ سے قبل ابن عدیؒ نے کہا ہے: جب پیغام کا ترجمہ ہو جائے تو حجت تمام ہو گئی، مقصد حاصل ہو گیا۔

[۳]:اس رعایت کی تیسری شکل یہ ہے کہ ہر نبی کو معجزہ سے نوازا گیا۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنَ الأَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِيَ مَا مِثْلهُ آمَنَ عَلَيْهِ البَشَرُ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْيًا أَوْحَاهُ اللَّهُ إِلَيَّ، فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ القِيَامَةِ» (البخاری ح:۴۹۸۱، مسلم ح:۲۳۹(۱۵۲) حضرت موسیٰ کو معجزانہ لاٹھی عطا فرمائی: فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ (۱۰۷) وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ (الاعراف ۱۰۸) وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ (۱۱۷) فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۱۱۸) فَغُلِبُوا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوا صَاغِرِينَ (۱۱۹) وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ (طہ ۱۲۰) وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُم مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (ال عمران ۴۹) ان معجزات پر غور کریں،بعثت انبیاء میں احوال مخاطبین کی رعایت واضح ہو جائے گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں جادو کا زور تھا۔انہیں جادو سے بڑھ کر معجزہ عطا فرمایا تو نتیجہ یہ نکلا: وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ (۱۲۰)اصحابِ فن اعتراف کریں، تو سب کے لیے قابل تسلیم ہوتا ہے۔

دورِ عیسوی، طب کا زمانہ عروج تھا۔ اللہ پاک نے وہ معجزہ عطا فرمایا، جہاں انسانیت عاجز تھی۔ مادر زاد اندھے اور پھلبھری (برص) کو ٹھیک کرنا، مردہ کو زندہ کرنا کسی طبیب کے بس کی بات نہیں۔

زمانہ محمدی فصاحت وبلاغت کا دور تھا۔ عرب زباندانی میں بہت ارفع مقام رکھتے اور نہایت اہتمام سے اس کے مقابلے منعقد کراتے تھے۔ فرمایا: وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (۲۳) فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ (البقرة ۲۴)

ابن کثیر: اللہ پاک نے ہر نبی کو جب مبعوث فرمایا، اس قوم کی مناسبت سے معجزہ عطا فرمایا۔

قرآن پاک میں نبی ﷺ کو دعوتِ دین کا حکم دیا؛ لیکن اس دعوت کے صرف ایک طریقے کا نہیں؛ بلکہ زیادہ طریقے اپنانے کا حکم فرمایا۔ **ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ** (النحل ١٢٥)

امام ابن القیمؒ: اللہ پاک نے مخلوق کے درجات کے مطابق دعوت کے درجات بھی جدا جدا بنائے ہیں:[التفسیر القیم ج١، بدائع التفسیر ج٣]

پہلا درجہ: اگر مدعو بات قبول کرنے والا اور عقلمند ہے، اس میں کوئی عناد و ضد نہیں ہے، ماننے کے لیے تیار ہے۔ اس کو "حکمت" سے دعوت دینا ہے۔

دوسرا درجہ: اگر مدعو دعوت کو قبول تو کرتا ہے؛ لیکن اس میں غفلت ہے۔ اسے کچھ زور لگانے کی ضرورت ہے۔ اس کو "موعظہ حسنہ" کرنا ہے۔ یعنی ترغیب و ترھیب کے ساتھ نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا ہے۔

تیسرا درجہ: مدعو ضدی و انکاری ہے، تو اس سے "مجادلہ" ہے، یعنی مدلل و عمدہ طریقے سے بحث مباحثہ کرنا۔

دوسری بات: قرآن مجید میں دعوت میں سختی اختیار کرنے کا بھی حکم ہے۔ اصل تو نرمی ہے، لیکن ہمیشہ نرمی نہیں۔ ورنہ دعوت کا بیڑا غرق ہو جائے گا۔ نرمی و سختی کے قواعد متعین ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ
(التوبة٧٣، التحريم ٩)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فِي قَوْلِهِ تعالي: {**فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ**} [التوبة: ٥] ، وَقَوْلِهِ: {**قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ**} [التوبة: ٢٩] ، قَالَ: فَنَسَخَ هَذَا الْعَفْوَ عَنِ الْمُشْرِكِينَ، وَقَوْلِهِ: {**يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ**} [التوبة: ٧٣] فَأَمَرَهُ اللهُ بِجِهَادِ الْكُفَّارِ بِالسَّيْفِ، وَالْمُنَافِقِينَ بِاللِّسَانِ، وَأَذْهَبَ الرِّفْقَ عَنْهُمْ "(السنن الكبری للبيهقي ١٧٧٤٢)

دعوت میں ہمیشہ نرمی کا حکم فرمایا اور حسبِ ضرورت شرعی حدود میں سختی بھی اختیار کرنے کا حکم دیا۔

نرمی اور سختی دونوں کو اکٹھے کرنے والے نصوص شریعت: **وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ** (العنکبوت46) بد تمیزی کا جواب ادب سے دو۔ ہاں **الَّذِينَ ظَلَمُوا**

مِنْهُمْ سے "اور کوئی طریقہ" اختیار کرو۔ وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ (٣٣) وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ (فصلت ٣٤) ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (المومنون ٩٦)

دنیا میں جس قدر کام ہیں، ان میں سب سے بڑا کام دعوت الی اللہ ہے۔ جتنی مخلوق ہیں، ان میں شاندار ترین انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام ہیں۔ انبیاء میں سے عظیم ترین ﷺ کو حکم ہوا: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (٤٥) وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا (الاحزاب ٤٦) جتنا بڑا بندہ ہو، اسی قدر اسے زیادہ بڑی ذمہ داری دی جاتی ہے۔ افضل ترین کو "دعوت" کا کام دیا۔ جو لوگ دین کا علم حاصل کر کے اپنے وطن کو لوٹ آئیں، انہیں بہت بڑی ذمہ داری سونپی گئی: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (التوبة ١٢٢) داعی معاشرتی عادات، رسوم و رواج اور انداز و اطوار سے واقف ہوتا ہے، ان کا مزاج شناس ہوتا ہے۔ یہی بہترین صورت ہے۔ البتہ حسب ضرورت دوسری جگہ جانا بھی درست ہے۔

کتاب و سنت میں بیان کردہ شرعی احکام میں مخاطبین کے احوال مد نظر رکھے گئے ہیں۔ اس کی مثالیں دیکھئے:

ا: توحید و رسالت کے اقرار کو اولیت دی گئی۔ دیگر احکامات کے بارے میں نزول قرآن عام طور پر بعد میں ہوا۔ پہلے مخاطبین کا ایمان مضبوط، عقیدہ درست کرنے کے لیے آیات اتریں۔ جب عقیدہ پختہ ہوا تو دیگر آیات نازل ہوئیں۔

ایک شخص نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا: کون سا کفن بہتر ہے؟ آپؓ نے جواب دیا: تو بڑا قابل رحم ہے، تجھے اس میں کیا حرج ہے؟ اس نے کہا: ام المؤمنین! مجھے اپنا مصحف دکھائیے۔ آپؓ نے پوچھا: کیوں؟ اس نے کہا: میں اس کے مطابق اپنے مصحف کو ترتیب دینا چاہتا ہوں، کیونکہ اسے ترتیب کے بغیر پڑھا جا رہا ہے۔

آپؓ نے جواب دیا: " إِنَّمَا نَزَلَ أَوَّلَ مَا نَزَلَ مِنْهُ سُورَةٌ مِنَ المُفَصَّلِ، فِيهَا ذِكْرُ الجَنَّةِ وَالنَّارِ، حَتَّى إِذَا ثَابَ النَّاسُ إِلَى الإِسْلاَمِ نَزَلَ الحَلاَلُ وَالحَرَامُ، وَلَوْ نَزَلَ أَوَّلَ شَيْءٍ: لاَ تَشْرَبُوا الخَمْرَ، لَقَالُوا: لاَ نَدَعُ الخَمْرَ أَبَدًا، وَلَوْ نَزَلَ: لاَ تَزْنُوا، لَقَالُوا: لاَ نَدَعُ الزِّنَا أَبَدًا، لَقَدْ نَزَلَ بِمَكَّةَ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنِّي لَجَارِيَةٌ أَلْعَبُ: {بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ} [القمر: ٤٦] وَمَا نَزَلَتْ سُورَةُ البَقَرَةِ وَالنِّسَاءِ إِلَّا وَأَنَا عِنْدَهُ "، قَالَ: فَأَخْرَجَتْ لَهُ

الْمُصْحَفَ، فَأَمْلَتْ عَلَيْهِ آيَ السُّوَرِ. (البخاري ٤٩٩٣) "پہلے جو وحی نازل ہوئی وہ مفصل تھا۔ (ق تا آخر) جن میں جنت ودوزخ کا ذکر ہے۔ جب لوگ اسلام میں آئے تو اعتقادات اور بعد میں احکام اترے۔ اگر شروع میں اترتا: "شراب مت پیو" تو لوگ کہتے: ہم شراب نوشی نہیں چھوڑیں گے۔ اگر پہلے ہی اترتا: "زنا مت کرو" تو کچھ کہتے: ہم اس حکم کو نہیں مانتے۔ یقینا حضرت محمد ﷺ پر مکہ مکرمہ میں یہ آیت اتری جس وقت میں چھوٹی بچی تھی کھلونوں سے کھیلا کرتی تھی: "بلکہ قیامت ہی کا ان سے وعدہ ہے اور قیامت انتہائی ہولناک اور شدید کڑوی چیز ہے۔" اور (احکام شریعت پر مشتمل) سورۃ البقرۃ اور آل عمران اس وقت نازل ہوئیں جب میں آپ ﷺ کی رفیقہ حیات تھی۔ پھر آپؓ نے اپنا مصحف نکالا اور اس کو (ضرورت کے مطابق) کئی سورتوں کی آیتیں املا کرائیں۔

مخاطبین کی حالتوں کا خیال رکھنے کے تین اہم قواعد:

[1] عقیدہ توحید ورسالت کے بارے میں کوئی سمجھوتہ، کمپرومائز، گفت وشنید، لے دو اور کچھ دو کی ہرگز گنجائش نہیں ہے۔ جو کوئی ایسی سودے بازی کرے گا، وہ اپنی جان کا خود دشمن ہے۔ دین کی ہر وہ خدمت جس میں اپنا دین محفوظ نہ رہے سراسر حماقت ہے، اس کی کوئی اجازت نہیں۔ **فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ (٨) وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ** (القلم ٩) "وہ چاہتے ہیں کہ کچھ آپ مداہنت میں پڑ جائیں، ذرا ڈھیلے ہو جائیں تو وہ بھی کچھ Give & Take کر لیں۔" ان کی مداہنت کی رغبت بعد میں اور ان کی بات ماننے سے منع پہلے ذکر فرمایا۔ یہ اس بات کی سنگینی، خرابی اور قباحت کی واضح دلیل ہے۔ البیضاویؒ: ان تدعَ النهيَ عن الشركِ او توافقهم فيه احيانا اس لبرل ازم پر کتنے لوگ "مصلحت اسلامیہ" کا نام لگا کر توحید الٰہی کے بارے میں کمزور موقف اختیار کر لیتے ہیں!!

عقیل ابن ابی طالب کہتے ہیں کہ قریش کا وفد اپنے سردار ابو طالب کے پاس آیا: جاءت قريش إلى أبي طالب فقالوا: إن ابن أخيك هذا قد آذانا في نادينا ومسجدنا، فانهه عنا، فقال يا عقيل انطلق فائتيني بمحمد– صلى الله عليه وسلم، فانطلقت إليه، فاستخرجته من خيس، فجاء به في الظهيرة في شدة الحر، فجعل يطلب الفيء يمشي فيه من شدة الحر الرحض، فلما أتاهم قال أبو طالب: إن بني عمك هؤلاء قد زعموا أنك تؤذيهم في ناديهم ومسجدهم، فانته عن أذاهم، فحلق رسول الله صلى الله عليه وسلم ببصره إلى السماء فقال أترون هذه الشمس؟ قالوا: نعم، قال: فما أنا بأقدر على أن أدع ذلك منكم على أن تستشعلوا منها شعلة. فقال أبو طالب: والله ما كذبنا ابن أخي فارجعوا.

قریش نے اپنے سردار ابو طالب کے پاس محمد ﷺ کی طرف سے ان کی مجالس اور مسجد میں تکالیف کی شکایت کر لی۔ انہوں نے عقیل بن ابی طالب سے کہا: محمد کو بلاؤ۔ عقیل انہیں ساتھ لے آیا۔ آپ تیز دھوپ میں سایہ ڈھونڈتے ہوئے تشریف لائے۔ کہا بھتیجے! آپ کے چچازاد خیال کرتے ہیں کہ آپ ان کی مجالس اور مسجد میں انہیں اذیت دیتے ہیں۔ اس سے باز آئیں۔ آپ ﷺ نے اوپر کی طرف دیکھا پھر فرمایا: "تمہیں یہ سورج نظر آتا ہے؟" انہوں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: "جس طرح تم لوگ اس سورج سے شعلہ جلا کے پیش کرنے سے عاجز ہو، اس سے بڑھ کر میں اس دعوت کو چھوڑنے سے لاچار ہوں۔" ابو طالب نے کہا: میرا بھتیجا سچ کہتا ہے، آپ لوگ واپس جائیں۔(مسند ابی یعلی ٦٨٠٣، سیرت ابن إسحاق ج١ ص١٥٥)

کہتے ہیں: اس سے امت میں اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ سارے انبیاء کرام کے آنے سے امتوں میں اختلاف ہوا۔ حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے گئے۔ غزوہ بدر، احد اور خندق وغیرہ اتفاق واتحاد سے برپا نہیں ہوئے۔

ہمارا دین کتاب الٰہی وسنت نبویہ ہے، یہی ہمارا سرمایہ ہے۔ اس سے وابستگی اسلام ہے۔ خاتم النبیین ﷺ تک ہر ایک نبی نے توحید ورسالت کے اعلان اور شرک وبدعت کی تردید میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ **وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ فَإِذَا هُمْ فَرِيقَانِ يَخْتَصِمُونَ** (النمل ٤٥) "یقیناً ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی حضرت صالح کو توحید ورسالت کا حکم دے کر بھیجا، تو وہ دو فرقوں میں بٹ کر جھگڑنے لگے۔" فائے تعقیب کا مابعد، ماقبل کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یعنی دعوت توحید کی وجہ سے قوم میں اختلاف ہوا۔

انبیاء کرام کا مشن: أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ (الانعام ٩٠) "یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے ہدایت عطا فرمائی ہے، پس آپ بھی ان کی ہدایت کی اقتداء کریں۔"

ہاں یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ بدزبانی، بیوقوفی اور حماقت کے ذریعے قوم میں اختلاف پیدا کرنے کا باعث نہ بنیں۔ عام لوگوں پر مسلح قوت کا استعمال نہ کریں۔ ہمارا دائرہ اختیار "زبان" تک ہے، اور شریعت میں اس زبان پر اسلامی آداب کا خیال رکھنے کی پابندی ہے۔ **ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ** (النحل ١٢٥) **وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ** (الانعام ١٠٨)

"اور ان کو گالی نہ دیا کرو جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، کہیں وہ لاعلمی اور جہالت میں آکر اللہ تعالیٰ کے بارے

میں بدزبانی نہ کر بیٹھیں۔اسی طرح ہم نے ہر امت کے لیے ان کے عمل کو مزین کرر کھا ہے، پھرانہیں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہوگااور وہی انہیں ان کے اعمال کی خبر دے گا۔"

[۲]: دعوتِ دین صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔لہٰذا دعوت دین کے لیے کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کیا جائے جو شریعت میں حرام ہو۔خواہ اس کا کتنا فائدہ کیوں نہ ہو۔ہماری نگاہ فائدے کی مقدار پر نہیں، شریعت پر ہونا چاہیے۔

شراب وجوا میں بھی کچھ فوائد ہیں۔ **فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا** (البقـــــرة ۲۱۹) ہر حرام کا فائدہ اس کے نقصان سے کم ہی ہوتا ہے۔کسی چیز کا فائدہ اس کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتی۔ساری دنیا مل کر کہے یہ اچھا ہے تو: **وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا** (الفرقان۶۳)

آج دین کی دعوت کے لیے ایسے نت نئے وسائل کا استعمال ہو رہا ہے، کچھ عرصہ پہلے جن کی حرمت پر اتفاق تھا۔وہ حرام آج عام ہو چکا ہے۔"تصویر"آواز کے ساتھ ہو تو بات زیادہ سمجھ میں آتی ہے۔اس سے واقعی وزن بڑھتا ہے۔ہماری نگاہ اس کے اثر پر نہیں رب کی رضا پر ہونی چاہیے۔ ایک آیت یا حدیث کے مقابلے مین ساری مخلوق ہیچ ہے۔ہمارا مقصد زیادہ لوگوں کو نمازی بنانا نہیں؛ اس سے بڑا مقصد رب کی رضا حاصل کرنااور داعی کی نجات ہے۔

مشہور تاریخی مثال: نبی کریم ﷺ نے توحید کی دعوت دی۔اس وقت مکہ میں رائج تھا کہ لوگوں کو بڑے خطرے سے آگاہ کرنے والا بلندی پر چڑھ کر، انگلیاں کانوں میں ڈال کر، کپڑے اتار کر اعلان کرتا تھا۔عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا،قَالَ: صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّفَا ذَاتَ يَوْمٍ، فَقَالَ: «يَا صَبَاحَاهْ» ، فَاجْتَمَعَتْ إِلَيْهِ قُرَيْشٌ، قَالُوا: مَا لَكَ؟ قَالَ: «أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ العَدُوَّ يُصَبِّحُكُمْ أَوْ يُمَسِّيكُمْ، أَمَا كُنْتُمْ تُصَدِّقُونِي؟» قَالُوا: بَلَى، قَالَ: فَإِنِّي «**نَذِيرٌ لَّكُم بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ**» (السبا ٤٦) فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ: تَبًّا لَكَ، أَلِهَذَا جَمَعْتَنَا؟ فَأَنْزَلَ اللَّهُ: {**تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ**} [المسند: ۱ ،البخاري ٤٨٠١] نبی کریم ﷺ نے زیادہ اثر کو نہیں دیکھا، شریعت کی پابندی کی۔شریعت مقدم ہے، باطل فلسفے اور مزعومہ فوائد ہیچ ہیں۔

کچھ لوگ "مراعاۃ احوال المخاطبین" کے پیش نظر لوگوں کو آمادہ کرنے کے لیے کچھ رعایت دیتے ہیں۔مثلاً اگر مسجد میں آنے والے کی شلوار ٹخنے سے نیچے ہو، اگر آج اسے روک دیا جائے تو آئندہ کبھی مسجد میں نہیں آئے گا۔مسجد میں آنا زیادہ ضروری ہے، نماز ترک کرنا حرام ہے۔شلوار ٹخنے سے نیچے کرنا بھی حرام ہے۔داڑھی

جیسی ہے ویسی رہنے دیں۔ اگر مسجد میں داڑھی منڈا آیا ہے اسے نہ ٹوکیں ورنہ وہ آئندہ کبھی مسجد میں نہ آئے گا۔ اس صورت میں اسے فوراً داڑھی مونڈنے سے روکنا حرام ہے۔ اب ایک ہفتہ، مہینہ گزرا۔ وقت گزرتا گیا اور داعی مسلسل ''گونگا شیطان'' بنا ہوا ہے، تو یہ غلط ہے۔ جو غلطی ہو رہی ہے ابتدا میں اسے نہ ٹوکیں، لیکن اس پر مدت گزر جائے تو وہی پالیسی جاری رکھنا حرام ہے۔ منبر و محراب پر بھی آج داڑھی کتر کر آتے ہیں۔ افسوسناک ہے کہ شلوار بھی ٹخنے سے نیچے لٹکا کر آتے ہیں۔

بعض خواتین دینی تعلیم کے لیے بے پردہ یا نیم پردہ آئیں، قرآن مجید پڑھا، حدیث شریف پڑھی، ترجمہ تفسیر فقہ وغیرہ پڑھ کر فارغ ہو گئی۔ اب وہ نیم پردہ حالت میں ہی میڈم بن گئی ہے۔ وہ نیم پردہ استانی دوسری بچیوں کو قرآن شریف پڑھانے لگی ہے۔ یہ حرام ہے۔ ابتدا میں قرآن وسنت کے نور سے سینوں کو منور کرنے کے لیے خاموشی ٹھیک تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ اصلاح کے بجائے یہی خاموشی والی پالیسی جاری رکھی کہ وہ خود بے پردہ ہو کر قرآن پڑھانے آتی ہے۔ نہایت افسوسناک ہے۔

سیرت طیبہ سے مخاطبین کی حالتوں کا اہتمام

ابن عباس کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن بھیجتے ہوئے فرمایا: «**إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ فِي فُقَرَائِهِمْ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ**» (البخاری ح/ ۱۴۹۶، ۲۳۳۲، مسلم ۲۹ (۱۹)) نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجتے ہوئے فرمایا: ''یقیناً آپ ایک اہل کتاب قوم کی طرف جارہے ہیں، جب آپ وہاں جائیں تو انہیں اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود برحق نہ ہونے اور میری رسالت کی گواہی کی دعوت دیں۔ جب وہ آپ کی یہ بات مان لیں تو انہیں آگاہ کریں کہ اللہ نے ان پر ہر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ اس بات کو تسلیم کرلیں تو انہیں آگاہ کریں کہ اللہ تعالی نے ان کے مالوں میں زکاۃ فرض کی ہے جو ان کے امیروں سے وصول کرکے ان کے غریبوں کو دی جائے گی۔ جب وہ تیری اس بات کو مان لیں تو ان کا عمدہ مال لینے سے باز رہیں، اور ضرور مظلوم کی بددعا سے بچیں، یقیناً اس کے اور اللہ کے